اسلام میں تصورِ امتحانات وجائزہ

(Concept of Examination & Evluation in Islam)

☆ ڈاکٹر ریحانہ قریشی
☆☆ پروفیسر ڈاکٹر مہر محمد سید اختر

ABSTRACT:

Examination and evaluation of students' performance constitute significant component of Islamic educational system. There is no other viable way to measure students' capacity and capability in their study. In Islamic system of education teacher plays a very meaningful role; he is considered the best assessor and evaluator of his students. In early stages of Islamic history the teachers promoted fully qualified students to the higher classes on the basis of examination and evaluation system; and brilliant students were bestowed stipends, scholarships, rewards and medals. Islamic system of education is simple, less showy and yet very effective and useful. This article highlights the original idea of examination and evaluation in Islam.

☆ لیکچرر، ڈیپارٹمنٹ آف سوشل سائنسز اینڈ ہیومینٹیز، یونیورسٹی آف ایگریکلچر، فیصل آباد۔
☆☆ پروفیسر، ادارۂ تعلیم و تحقیق، یونیورسٹی آف پنجاب، لاہور۔

تعارف:

امتحان ایک ایسا عمل ہے جس سے معلوم کیا جاتا ہے کہ طالب علم نے مقررہ عرصہ میں تعلیمی مقاصد کس حد تک حاصل کئے۔ وہ علم، رویے، کردار سازی اور مہارتوں کے میدان میں کس حد تک آگے بڑھا ہے۔ (۱)
تعلیمی عمل کے نتائج کا جائزہ لینے کیلئے جو نظام وضع کیا جاتا ہے۔ اسے نظام امتحان یا جائزہ کہا جاتا ہے۔ یہ تعلیمی درجے کا تکمیلی مرحلہ ہوتا ہے۔ انسان کوئی سا بھی کام کرے اس کی تکمیل کے بعد وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ اس کام سے جو نتائج وہ حاصل کرنا چاہتا تھا وہ حاصل ہوئے کہ نہیں؟ پورے حاصل ہوئے یا ادھورے؟ اس سلسلے میں اس نے جو اقدامات کئے وہ موزوں تھے یا ناموزوں اور آیا ان سے زیادہ موزوں اقدامات ہو سکتے تھے یا نہیں؟ اس سے کہاں کہاں اور کیا کیا غلطیاں سرزد ہوئیں؟ ان غلطیوں سے نتائج پر کیا اثر پڑا؟ ان غلطیوں سے کس طرح بچا جا سکتا تھا؟ جب وہ یہ سب کچھ جاننے کی کوشش کرتا ہے تو وہ حقیقتاً اپنے عمل، اس کے محرکات اور اقدامات کا جائزہ لیتا ہے۔ اس جائزے کے نتیجے میں اس کی ذہنی و عقلی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ وہ تجربہ کار بنتا ہے اور اپنے آئندہ کاموں کی انجام دہی کی صلاحیت کو بہتر بنالیتا ہے۔ (۲)

اسلامی تعلیم میں ''جائزہ ومعیارات'' کے بارے میں ڈاکٹر مشتاق الرحمٰن صدیقی لکھتے ہیں کہ:

- اسلامی حکمت تعلیم میں جہاں تعلیم کا تصور وسیع ہے اسی طرح تعلیمی معیار کا تصور بھی وسیع ہے۔ یعنی معیار کی جانچ کرتے ہوئے طالب علم کی تعلیمی استعداد ہی نہیں بلکہ اس کی شخصیت و کردار کو بھی دیکھا جاتا ہے۔
- اسلامی نظام تعلیم میں دوران تعلیم طلبہ کے اخلاق و کردار کو کتابی علم سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے تعلیمی معیار کو جانچنے کیلئے ضروری ہے کہ یہ دیکھا جائے آیا ضروری معلومات کے ساتھ ساتھ طلبہ میں اسلامی طرز فکر، اسلامی زاویہ نگاہ، اور اسلامی کردار بھی پیدا ہوا ہے یا نہیں۔ چنانچہ طالب علم کے علمی معیار کے برتر ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وہ نہ صرف اپنے مضمون میں کامل استعداد رکھتا ہو، بلکہ اخلاق و کردار میں بھی مثالی ہو۔
- مسلمانوں کی تعلیمی تاریخ کے حوالے سے ہر چند کہ داخلی طرز امتحان کو اہمیت دی گئی ہے لیکن امتحانات کا اصل فلسفہ یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے مقاصد کی تکمیل کس حد تک ہوئی۔ چنانچہ اسلامی تعلیم کے مقاصد کی روشنی میں چاہے نظام امتحان داخلی (Internal) ہو یا خارجی (External) یا دونوں کا امتزاج ہو، اس کیلئے جہاں طریق امتحان کا موثر ہونا ضروری ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ اس نظام کو چلانے

والے اساتذہ اور منتظمین بھی قابل، دیانتدار اور امین ہوں نیز اس نہج پر ان کی تربیت بھی ہوئی ہو۔

- نظام امتحان کے سلسلے میں تحقیقات سے بھی استفادہ کیا جاتا ہے تا کہ جانچ پرکھ کے موثر معیارات تشکیل پا سکیں۔ (۳)

جائزے کی اسلامی ماہیت:

کسی بھی نظام تعلیم میں جائزہ کو کلیدی اہمیت ہوتی ہے۔ اسلام میں تدارک اور توازن (Check & Balance) پر کافی زور دیا ہے۔ اسلامی تناظر میں جائزہ ''احتساب'' کے ہم معنی ہیں۔ جائزے کا مطلب ہے کہ کسی طے شدہ پروگرام کے تحت فیصلہ دینا۔ جائزے کا قرآنی تصور توازن، انصاف، فرض اور اعتماد پر مبنی ہے۔ جائزے کا مقصد اشیاء کی حقیقی نوعیت جاننا ہے جائزے کے دوران ہم اشیاء کی صحیح قدر کا اندازہ لگاتے ہیں۔ ان کے اچھے یا برے ہونے کا پتہ لگاتے ہیں۔ تاہم جائزے کیلئے یہ ضروری ہے کہ متعلقہ مواد فراہم ہو۔ (۴) جائزے کی ماہیت کو مندرجہ ذیل طریقے سے اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔

- کسی فرد کا جائزہ و تخمین اس کی چند سرگرمیوں یا عمل تک محدود نہیں ہے بلکہ فرد کی تمام سرگرمیوں پر محیط ہے۔ اسلامی جائزہ اس نظریے کو قبول نہیں کرتا کہ انعام یا سزا کیلئے فیصلے میں فرد کی مخصوص سرگرمیوں کو مدِ نظر رکھا جائے۔
- اسلام میں عزم، یقین و عمل کے جائزے کی اہمیت ہے۔ یہ محض علم ہی کو اہم نہیں سمجھتا جب تک کہ اس کے مطابق عمل نہ ہو۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾ — ترجمہ: اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، جان و مال کے نقصانات اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیجئے۔ (۵) ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُم مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ﴾

ترجمہ: کیا تم سمجھتے ہو کہ یونہی جنت میں داخل کر دیئے جاؤ گے حالانکہ تم پر اس قسم کے حالات نہیں گزرے جو تم سے پہلوں پر گزرے تھے۔(۶)

- جائزے کو ٹھوس شہادتوں کی بنیاد پر مکمل کیا جاتا ہے۔ درست فیصلہ کرنے کیلئے حقائق جاننے کے کئی طریقے ہیں۔

اعمال کا پورا پورا ریکارڈ رکھا جاتا اور پھر فرد کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ تا کہ وہ اسے اچھی طرح دیکھ سکے۔ اس سلسلے میں قرآن پاک کہتا ہے:

﴿حَتّٰی اِذَا مَاجَاءُ وْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْ يَعْمَلُوْن﴾ ترجمہ: بالکل جہنم کے پاس آ جائیں گے ان پر ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے اعمال کی گواہی دیں گی۔(۷)

پھر سورۃ الکہف میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَايُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا ج وَوَجَدُوْا مَاعَمِلُوْا حَاضِرًا ط وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ہ﴾

ترجمہ: اور نامہ اعمال سامنے رکھ دیئے جائیں گے پس تو دیکھے گا کہ گنہگار اس کی تحریر سے خوفزدہ ہو رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے ہائے ہماری خرابی یہ کیسی کتاب ہے جس نے کوئی چھوٹی یا بڑی بات بغیر گھیرے کے نہیں چھوڑی اور جو کچھ انہوں نے کہا سب موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔(۸)

اس کے بعد سورۃ قٓ میں فرمایا

:﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَاتُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ج وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ہ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ﴾

ترجمہ: البتہ ہم نے بنایا انسان کو اور ہم جانتے ہیں جو باتیں آتی رہتی ہیں اس کے جی میں اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی قریب ہیں۔ جب دو (فرشتے) حساب لیتے جاتے ہیں دائیں اور بائیں بیٹھے ہوئے۔(۹)

ـ اسلام نے نیکیوں کے لئے زیادہ انعام مقرر کیا ہے۔قرآن پاک میں ہے کہ:

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَاج وَمَنْ جَآءَ بِا السَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾

ترجمہ: جوکوئی ایک نیکی کرتا ہے تو اسے دس گنا زیادہ اجر ملے گا لیکن جو ایک برائی کرتا ہے تو اس کے حساب میں ایک ہی شمار کی جائے گی۔اور ان سے زیادتی نہیں کی جائیگی۔ (۱۰)

ـ اسلام اس وقت تک کسی کی کاروائی کا جائزہ نہیں لیتا جب تک پہلے رہنمائی نہ فراہم کر دے اور امتحان کا موقع نہ دے۔ ملاحظہ ہو آیات سبحانی:

﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِىْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ﴾ ترجمہ: اے جن وانس کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے جنہوں نے تمہیں میری (خدا) نشانیاں دکھائیں اور جنہوں نے تمہیں اس دن کے بارے میں خبردار کیا۔ (۱۱)

ایک اور جگہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ﴾ ﴿لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَاط اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾۔

ترجمہ: بے شک ہم نے بہت سے جن وانس کو تخلیق کیا جن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ان کے دل ہیں مگر وہ سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں۔وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر بے شک وہ بے عقل ہیں۔ (۱۲)

امتحان ہمیشہ فرد کی صلاحیت، طاقت کے مطابق ہوتا ہے جیسا کہ خالق کائنات کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے اور ہم کسی شخص پر اس کی حیثیت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔یہی لوگ جنت میں رہنے والے ہیں وہ اس میں

ہمیشہ رہیں گے۔ (۱۳)

- اسلام کامیاب اور ناکام لوگوں کی مزید درجہ بندی کرتا ہے۔اسی طرح جنت اور جہنم کے کئی درجات ہیں۔
- اسلام فرد کو اصلاح کیلئے مناسب وقت اور موقع فراہم کرتا ہے تاکہ کوئی بھی شکایت نہ کر سکے کہ اسے مناسب موقع نہیں دیا گیا۔

اسلامی جائزے کی ارتقائی منازل اس زمانے میں موجودہ زمانے کی طرح امتحانات رائج نہیں ہوئے تھے۔ابتدائی تعلیم میں آموختہ کا طریقہ رائج تھا۔اعلیٰ تعلیم میں بھی سالانہ امتحانات کا طریقہ رائج نہیں تھا بلکہ دوران درس کے سوالات و جوابات اور مذاکرے ومناظرے امتحان کا مقصد پورا کرتے تھے۔مختصراً یہ کہ اس زمانے میں امتحان کا وہ ڈراؤنا اور تعلیمی لحاظ سے تباہ کن تصور نہیں تھا جو موجودہ زمانہ میں طلبہ کی تمام اعلیٰ صلاحیتوں کو قوت حافظہ پر سے قربان کر دیتا ہے اور جس کے نزدیک آنے پر طلبہ کسی نہ کسی طرح بغیر سوچے سمجھے کچھ ضروری چیزیں یاد کر لیتے ہیں پھر بوقت امتحان انہیں زینت قرطاس بنا کر خود اتنے ہی کورے رہ جاتے ہیں جتنے امتحان سے چند ماہ پیشتر تھے۔ (۱۴)

آپ ﷺ اپنے بعض اصحاب کا امتحان بھی لیتے تھے۔آپ ﷺ ان کی علمی ذہانت کا اندازہ لگانے کے لئے کوئی سوال کر لیتے ،اگر کوئی جواب دینے میں کامیاب ہوجاتا تو آپ ﷺ اسکی تعریف کرتے اور حوصلہ بڑھاتے بلکہ جواب دینے میں کامیاب ہوجانے پر بے پایاں محبت وشفقت کی وجہ سے اس کے سینے پر ہاتھ مارتے۔ملاحظہ ہو حدیث قدسی :امام مسلم اپنی کتاب میں ابی کعبؓ (کنیت ابوالمنذر) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:یا ابا المنذر ! اتی آیة من کتاب اللہ معك اعظم ؟ —ترجمہ: کتاب اللہ کی کون سی آیت تمہارے نزدیک بڑی ہے؟۔ابومنذر نے عرض کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا۔کون سی آیت؟ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا میرے نزدیک اللّٰہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم سب سے بڑی ہے۔اس پر آپ ﷺ نے راوی کے سینے پر تھپکی دی اور فرمایا: لیھنِك العلم – ترجمہ: تمہیں علم مبارک ہو۔ (۱۵)

حضور نبی اکرم ﷺ کے تعلیمی اسوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تکمیل نصاب کی ’’سند تکمیل‘‘ بھی عطا فرماتے تھے۔اس کی ایک مثال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن حکیم کے چار بڑے معلّمین کو علم کی سند عطا کی

ان میں عبداللہ بن مسعودؓ، ابی کعبؓ، سالم مولیٰ حذیفہؓ اور معاذ بن جبلؓ شامل تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو آنحضور ﷺ نے قرآن پاک کے علاوہ حدیث سکھانے اور احکامات استنباط کرنے کی اجازت بھی عطا فرمائی اس امر نے مابعد دور میں با قاعدہ روایت کی حیثیت اختیار کر لی۔ (۱۶)

اسلامی نظام تعلیم میں ''جائزہ'' تدریس وتعلم کا ایک حصّہ تھا۔ طلبہ محض امتحانات پاس کرنے کی خاطر تعلیم حاصل نہیں کرتے تھے اور نہ ہی اساتذہ امتحان کی نوعیت کے پیش نظر درس وتدریس کا کام کرتے تھے۔ تعلیم مقصود بالذات شے تھی جس کا مقصد فرد کی انفرادیت کی تکمیل تھا، کسی درجے کے پاس کرنے کیلئے عرصے اور عمر کی کوئی پابندی نہیں تھی۔ ایس ایم جعفر اس سادہ طریق کے بارے میں لکھتے ہیں: جو استاد پڑھاتا تھا، وہی جماعت کا امتحان بھی لیتا تھا اور کامیاب طلبہ کو اگلی منزل میں ترقی بھی دیتا تھا اور سرٹیفکیٹ کے علاوہ اچھے طلبہ کو ان کی قابلیت کے اعتبار سے وظائف، انعامات اور تمغے وغیرہ بھی دیے جاتے تھے۔ غرض یہ کہ امتحان کا جو طریقہ بھی اس وقت رائج تھا، وہ بہت سیّدھا سادہ، نمائشی کم اور کارآمد زیادہ تھا۔ (۱۷)

اسناد کا رواج:

_ اسلام کے ابتدائی دور میں سند دینے کا رواج نہ تھا۔ طالب علم کو خود ہی یہ فیصلہ کرنا ہوتا تھا کہ آیا وہ کسی خاص فن میں کاملیت کے درجے پر پہنچ گیا ہے یا نہیں۔ نیز وہ اس خاص علم میں دوسروں کو پڑھانے کے قابل ہوا ہے یا نہیں۔ علم حدیث کے حوالے سے کچھ عرصہ بعد اسناد دینے کا رواج ہوا۔ احمد شلبی سند دینے کے آغاز پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: کچھ عرصہ بعد احادیث نبوی ﷺ کی اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے، محدث شاگردوں کو سند دینے لگے تا کہ ان کے حوالے سے وہ حدیث بیان کر سکیں۔ بعد ازاں یہی عمل دیگر مضامین کے ساتھ کیا جانے لگا اور اس طرح ہر مدرس اپنے شاگردوں کو سند دینے لگا۔ (۱۸)

_ حضور اکرم ﷺ کے اسوۂ مبارکہ میں ہمیں امتحان اور پھر اجرائے سند (اجازہ) کی شہادت ملتی ہے۔ اس امر نے مابعد دور میں با قاعدہ روایت کی حیثیت اختیار کر لی۔ تحریری امتحانات کا رواج بعد کے لئے امتحانی سوالات میں معماتی انداز میں بڑا مقبول ہوا۔ مختلف اساتذہ اپنے اپنے اختصاصی شعبہ میں ایسے معماتی سوالات کے سیٹ بڑی توجہ سے تیار کرتے تھے۔ اعلیٰ مناصب کے لئے مخصوص قسم کی آزمائشوں کا رواج تھا۔ شعروادب میں آزمائش کا ایک انداز یہ تھا کہ ذولسانی طلبہ سے عربی عبارات اشعار، مادری زبان کی عبارات واشعار میں ترجمہ کرایا جاتا تھا۔

گرامر کے امتحانات عموماً مباحثے کی شکل اختیار کر جاتے تھے اور یہ مباحثے جلسہ عام میں ہوا کرتے تھے۔ (۱۹)

۔ سند دینے کے دو انداز تھے۔ ایک سماع یعنی شاگرد براہ راست ایک خاص کتاب استاد سے سنتا یا پڑھتا، امتحان دیتا۔ اور کامیابی کی صورت میں سند حاصل کرتا۔ دوسرا اجازہ یعنی کسی کتاب کو مصنف یا سند یافتہ سے براہ راست سنے اور پڑھے بغیر سند حاصل کر لی جاتی۔ دور مابعد میں سند میں سماع اور اجازۃ دونوں کو شامل کر لیا گیا۔ طالب علم جب ایک کتاب استاد سے سن لیتا تھا تو اسے اس کتاب کے پڑھانے کی بھی اجازت مل جاتی تھی۔ اس کے بعد اس استاد کی دیگر کتابیں اور اس فن سے متعلق و مماثل دوسروں کی کتابیں پڑھانے کی بھی اجازت دے دی جاتی تھی۔ (۲۰) سماع کے ذریعے سے حاصل کردہ سند کا ایک نمونہ احمد شلبی کے حوالے سے دیا جا رہا ہے۔ یہ سند علی ابن محفوظ العلوی نے اپنے بیٹے اور شاگرد کو عطا کی:

میرا بیٹا صدیق ابن علی جو عالم ہے۔ نیک نہاد ہے اور جوشیلا طالب علم ہے۔ خدا اسے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان لوگوں کی صحبت سے بچائے جو مورد عذاب الٰہی ہیں۔ اس نے مجھ سے ''دیوان عمر ابن الفرید'' بہ استثنائے اس نظم کے جو صنق الازعن سے شروع ہوتی ہے، تمام و کمال پڑھا۔ لہٰذا میں نے سند دی ہے کہ وہ اس کے پڑھنے پڑھانے کا مجاز ہے جیسے میں شیخ فخر الدین العراقی کی اجازت سے پڑھاتا ہوں۔ اسی طرح احمد شلبی اجازۃ کا ایک نمونہ دیتے ہیں جو السخاوی نے اپنے شاگرد عبد العزیز ابن عمر ابن محمد ابن فہد کو دیا: میں نے اسے سند عطا کی ہے اور اس کتاب کو پڑھانے کی اجازت دی ہے اور علاوہ ازیں میری دیگر تمام تصانیف کو اور ان کے استخراجات کو بھی پڑھا سکتا ہے۔ (۲۱) کتابوں کی سند و اجازۃ میں یہ ضروری تھا کہ شیخ اپنے شیوخ کے واسطوں سے اپنی قرأت و سماع کا سلسلہ اس کتاب کے مصنف تک پہنچائے، ورنہ وہ سند لائق اعتبار نہ سمجھی جاتی تھی۔ ایسی سندیں آج بھی عربی مدرسوں میں رائج ہیں۔ (۲۲)

۔ چھوٹے بچوں کے مکاتب میں استاد عمر اور درجے کی مناسبت سے پڑھائی ہوئی چیزوں کا آموختہ شاگردوں سے روزانہ ہفتے میں ایک بار سنتا تھا۔ جس سے اسے یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ بچے نے سبق کتنا اور کس حد تک یاد کر لیا ہے؟ اس درجے میں زیادہ تر طالب علم کی قوت حافظہ کا جائزہ لیا جاتا تھا۔ اعلیٰ درجوں میں تعلیم کے دو درجے بنائے ہوئے تھے۔ درجہ ضروری، جس سے فارغ ہونے پر اسے دانش مند کی سند ملتی تھی۔ درجہ فضل جو طالب علم کو کسی علم کے مختصرات، متوسطات اور مطولات کی تکمیل کے بعد ملتا تھا۔ اس میں تین قسم کی اسناد دی جاتی تھیں۔ منطق اور

حکمت کے ماہر کو فاضل کی، دینیات کے ماہر کو عالم کی اور علم و ادب کے ماہر کو قابل کی سند ملتی تھی۔(۲۳)

- اعلیٰ تعلیم میں باقاعدہ امتحانات نہیں ہوتے تھے بلکہ درس کے دوران سوال و جواب، بحث و مباحثہ ، مذاکرہ و مناظرہ کی فضا قائم ہوجاتی تھی اور استاد کو یہ اندازہ ہوجاتا تھا کہ کون سا شاگرد کتنی اہلیت اور مہارت حاصل کرچکا ہے؟

اسلامی دنیا کے عام طریق امتحان میں: استاد چند ایک علماء کے ساتھ طالب علم پر سوال کرتا تھا اور جو موضوعات نصابی کتب میں ہوتے تھے، ان کو ایک ایک کر کے زیر بحث لاتا تھا۔ طالب علم کا فرض اوّلین تھا کہ وہ بحث کے دوران میں اپنے نقطۂ نظر سے حاضرین کو آگاہ کرے اور اعتراضات کا تسلی بخش جواب دے۔ امتحان کے خاتمے پر استاد نصابی کتب کی پشت پر اپنا ایک اجازت نامہ تحریر کرتا تھا جس میں اس بات کی سند ہوتی تھی کہ طالب علم نے اس کتاب کو مکمل اور تفصیلاً پڑھا ہے۔ آخر میں استاد اور اس کے علماء ساتھی اپنی اپنی مہریں ثبت کرتے تھے۔

- اجازۃ کی ایک اہم شرط یہ بھی تھی کہ وہ شخص جسے اجازت دی جائے، قابل اعتماد عالم ہو اور جس کتاب کی اجازت دی جائے، وہ ایسی ہو جو آسانی سے پڑھی جاسکے اور صحیح لکھی ہوئی ہو۔ سند دینے کے بارے میں احمد شلبی لکھتے ہیں: یہ سند اسی نصاب کے متعلق ہوتی تھی، جو استاد کی نگرانی میں پایہ تکمیل کو پہنچتا تھا۔ شاگرد جس کتاب کی تکمیل کر لیتا تھا، اس کے ابتدائی سادہ ورق پر سند لکھ دی جاتی تھی۔(۲۴)
- مشکوٰۃ المصابیح کا مترجم رابسن مسلمانوں میں اسناد کی روایت کے بارے میں لکھتا ہے:

In the gospels as they stand we don't have the various elements of the sources seprated out for us as we go through the "Isnads" of muslim traditions where at least apparently, the transmission is traced back to the source.(۲۵)

اسلام کے تصور جائزہ کی نمایاں خصوصیات:

اسلام کے تصورِ جائزہ کی چند نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

- ہر فرد کا جائزہ اس کے اعمال کی محدود نمونہ بندی پر مشتمل نہیں ہوتا بلکہ اس میں انسان سے سرزد ہونے والے تمام اعمال کو شامل کیا جاتا ہے۔ اسلام کا تصور جائزہ اس نظریے کو قبول نہیں کرتا کہ سزا اور جزا کا

فیصلہ چند منتخب واقعات کی بنیاد پر کر دیا جائے۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ‘ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ‘ وَكَفٰى بِنَا حَسِبِيْنَ﴾ ترجمہ: قیامت کے روز ہم ٹھیک ٹھیک ترازو رکھ دیں گے۔ پھر کسی شخص پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا۔ جس کا رائی کے دانے برابر بھی کچھ کیا دھرا ہوگا، وہ ہم سامنے لے آئیں گے اور حساب لگانے کیلئے ہم کافی ہیں۔(۲۶)

نیز فرمایا: ﴿فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ہ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ ج فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ہ﴾ ترجمہ: پھر ہم خود پورے علم کے ساتھ ساری سرگزشت ان کے آگے پیش کر دیں گے، آخر ہم کہیں غائب تو نہیں تھے اور وزن اس روز عین حق ہوگا۔ جن کے پلڑے بھاری ہوں گے، وہی فلاح پائیں گے۔(۲۷)

- نیکی اور بدی کا حساب عددی ہوگا لہٰذا یہ دیکھنے کیلئے کہ نیکی کا پلہ بھاری رہا یا بدی کا صنفی جائزے (Qualitative Evaluation) کی بجائے عددی جائزے (Quantitative Evaluation) کو بنیاد بنایا جاتا ہے یعنی نیکیوں اور گناہوں کا باقاعدہ وزن مقرر کر کے شمار کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں صاف صاف بیان کر دیا گیا ہے:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ط وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ہ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ط كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا﴾۔

ترجمہ: ہر انسان کا شگون ہم نے اس کے اپنے گلے میں لٹکا رکھا ہے اور قیامت کے روز ہم ایک نوشتہ اس کیلئے نکالیں گے، جسے وہ کھلی کتاب کی طرح پائے گا۔ پڑھ اپنا نامہ اعمال، آج اپنا حساب لگانے کیلئے تو خود ہی کافی ہے۔(۲۸)

- اسلام کا تصور جائزہ محض تحریری امتحان پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ ادارے، ایمان اور عمل سبھی کے جائزے کو ضروری قرار دیتا ہے۔ وہ نظری علم کی موجودگی کو ہی کامیابی کیلئے کافی نہیں سمجھتا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرُوْنَ﴾ ترجمہ: ہم ضرور تم لوگوں کو

آزمائش میں ڈالیں گے تا کہ تمہارے حالات کی جانچ کریں اور یہ دیکھ لیں کہ تم میں مجاہد اور ثابت قدم کون ہیں۔(۲۹)

سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ﴾ ترجمہ: اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال و جان کے نقصان سے اور پھلوں کی کمی سے۔(۳۰)

مزید ارشاد ہوتا ہے: ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ترجمہ: پھر کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت کا داخلہ تمہیں مل جائے گا حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا جو تم سے پہلے ایمان والوں پر گزر چکا ہے۔(۳۱)

ایک اور جگہ ارشاد ہے: ﴿لَتُبْلَوُنَّ فِيْ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ﴾ ترجمہ: مسلمانو، تمہیں مال اور جان دونوں کی آزمائشیں پیش آ کر رہیں گی۔(۳۲)

۔ جائزہ/احتساب ٹھوس شہادتوں کی بنیاد پر مکمل کیا جاتا ہے۔ اتمام حجت کیلئے شہادتوں کے تہ در تہ نظام رکھے جاتے ہیں۔ تمام اعمال کا تحریری ریکارڈ محفوظ کیا جاتا ہے اور نامہ اعمال انسان کے ذاتی مشاہدے اور اعتراض کیلئے ان کے ہاتھ میں تھمایا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں یہ بات صاف صاف کہی گئی ہے:

﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ه حَتّٰى اِذَا مَاجَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

ترجمہ: اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف لائے جائیں گے اور ان سب کو جمع کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آ جائیں گے تو ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے اعمال کی گواہی دیں گی۔(۳۳) پھر ان کو جواب بھی بتا دیا گیا ہے:

﴿قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰى اَنْفُسِنَا﴾- ترجمہ: وہ کہیں گے ہاں! ہم اپنے خلاف گواہی خود دیتے ہیں۔(۳۴)

- اسلام نے نیکیوں کے لئے اضافی امر کا تصور پیش کیا ہے، جو انسانی فطرت کے زیادہ قریب ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے::

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَاج وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ٥﴾

ترجمہ: جو کوئی ایک نیکی کرتا ہے تو اسے دس گنا زیادہ اجر ملے گا لیکن جو ایک برائی کرتا ہے تو اس کے حساب میں ایک ہی شمار کی جائے گی۔ اور ان سے زیادتی نہیں کی جائیگی۔ (۳۵)

مسلم ماہرین کے لئے یہ ایک چیلنج ہے کہ وہ تعلیمی جائزوں میں بھی اضافی اجر کی گنجائش پیدا کریں۔ ہوسکتا اسکے ذریعے سے نیکی کی قوتوں کی بہتر حوصلہ افزائی ہو۔

- اسلام سخت اور نرم حساب کا بھی تصور پیش کرتا ہے یعنی جائزے میں بھی احسان کی گنجائش موجود ہے۔ ہوسکتا ہے نیکی کے اضافی اجر سے یہ صورت حال خود بخود پیدا ہوجاتی ہو۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْءُ الْحِسَابِ - ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن سے بری طرح حساب لیا جائے گا۔ (۳۶) اسلام واضح ہدایات اور عمل کی آزادی دیے بغیر آزمائش کا قائل نہیں ہے۔ آزمائش انسان کی بالقوہ صلاحیتوں سے زیادہ نہیں دی جاتی۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا - ترجمہ: اور ہم ہر ایک کو اس کی استطاعت ہی کے مطابق ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ (۳۷)

- اسلام کامیاب اور ناکام ہونے والے افراد کی مزید درجہ بندی کا قائل ہے۔ چنانچہ جنت اور جہنم میں مزید درجے رکھے گئے ہیں۔

- اصلاح احوال کیلئے کافی وقت دیا جاتا ہے تاکہ وقت کی تنگی کا جواز نہ پیدا کیا جاسکے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ج فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾

ترجمہ: مگر وہ انہیں ایک مقررہ وقت تک کیلئے مہلت دے رہا ہے۔ پھر جب ان کا وقت آن پورا ہوگا اللہ اپنے بندوں کو دیکھ لے گا۔ (۳۸)

گفتگو کا ماحصل یہ نکلا کہ امتحانات و جائزہ کی جو شکلیں فی الوقت رائج ہیں ان کی خرابیوں کو منہا کر کے اگر ان کے ساختی ڈھانچے پر نظر ڈالی جائے تو یہ سارا نظام اسلام سے ماخوذ ہے یعنی جائزے کا قرآنی تصور،

توازن، انصاف، فرض اور اعتماد پر مبنی ہے۔طریقہ امتحان بھی سیدھا سادھا، نمائشی کم اور کارآمد زیادہ ہے لہٰذا امتحانات اور جائزے کے مختلف طریقوں کو فقط یورپی نام دینے کی بناء پر انہیں یورپ کی ایجاد سمجھ کر مرعوب ہونے کی بجائے نہ صرف اسلام کی چھاپ لگانی چاہیے بلکہ انہیں موجودہ دور میں جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ استعمال میں لاکر استفادہ کی راہیں ہموار کرنی چاہیں۔

حوالہ جات

۱۔ محمد اقبال، چوہدری ڈاکٹر ۱۹۹۷ء، ص ۵۸۱۔

۲۔ عبدالرشید، ڈاکٹر ۱۹۹۵ء، ص ۵۰۔

۳۔ مشتاق الرحمٰن، صدیقی ڈاکٹر ۱۹۹۸ء، ص ۱۵۳۔

۴۔ شاہد، ایس ایم ۲۰۰۴ء، ص ۵۹۸۔

۵۔ البقرۃ: ۱۵۵

۶۔ البقرۃ ۲۱۴

۷۔ حٰم السجدۃ ۲۰

۸۔ الکھف: ۴۹

۹۔ قٓ: ۱۶-۱۷

۱۰۔ الانعام: ۱۶۰

۱۱۔ الانعام: ۱۳۱

۱۲۔ الاعراف: ۱۷۹۔

۱۳۔ الاعراف: ۴۲

۱۴۔ سعید احمد رفیق، پروفیسر ۱۹۸۲ء، ص ۵۵۔

۱۵۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل سورۃ الکھف وآیۃ الکرسی، ص ۳۲۷، ح ۱۸۸۵۔

۱۶۔ غلام عابد خان ۱۹۷۸ء، ص ۷۸۔

۱۷۔ شاہد، ایس ایم ۲۰۰۴ء،، ص ۵۱۲۔
۱۸۔ احمد شلبی، ڈاکٹر ۲۰۰۴ء، ص ۱۴۵
۱۹۔ عبدالغفور، چودری ۱۹۹۲ء، ص ۱۴۷-۱۵۱
۲۰۔ عظیم آبادی، شمس الحق ۱۴۱۴ھ، ص ۷۱
۲۱۔ احمد شلبی، ڈاکٹر ۲۰۰۴ء، ص ۱۴۷۔
۲۲۔ ریاست علی، ندوی سیّد ۲۰۰۳ء، ص ۱۵۹۔
۲۳۔ سعید احمد رفیق، پروفیسر ۱۹۸۲؛ ص ۵۷۔
۲۴۔ احمد شلبی، ڈاکٹر ۲۰۰۴ء، ص ۱۴۷۔
۲۵۔ Robson's James 1956, P:449-465.
۲۶۔ الانبیاء: ۴۷
۲۷۔ الاعراف: ۷-۸
۲۸۔ بنی اسرائیل: ۱۳-۱۴
۲۹۔ محمد: ۳۱
۳۰۔ البقرۃ: ۱۵۵
۳۱۔ البقرۃ: ۲۱۴۔
۳۲۔ آل عمران: ۱۸۶
۳۳۔ حم السجدہ: ۱۹-۲۰
۳۴۔ الانعام: ۱۳۰
۳۵۔ الانعام: ۱۶۰
۳۶۔ الرعد: ۱۸۔ حاشیہ فہم القرآن، ص ۴۵۴۔
۳۷۔ الاعراف: ۴۲۔
۳۸۔ فاطر: ۴۵۔

مصادر ومراجع

(الف)۔عربی

۱۔ القرآن،سورۃ البقرۃ۔آیت نمبر۲۱۴-۲۱۵۔

۲۔ القرآن،سورۃ آل عمران۔آیت نمبر۱۸۶۔

۳۔ القرآن،سورۃ الانعام۔آیت نمبر۱۳۰-۱۳۱-۱۶۰۔

۴۔ القرآن،سورۃ الاعراف۔آیت نمبر۷-۸-۴۲-۱۷۹۔

۵۔ القرآن،سورۃ بنی اسرائیل۔آیت نمبر۱۳-۱۴۔

۶۔ القرآن،سورۃ الکھف۔آیت نمبر۴۹۔

۷۔ القرآن،سورۃ الانبیاء۔آیت نمبر۴۷۔

۸۔ القرآن،سورۃ فاطر۔آیت نمبر۴۵۔

۹۔ القرآن،سورۃ حٰم السجدۃ۔آیت نمبر۱۹-۲۰۔

۱۰۔ القرآن،سورۃ محمد۔آیت نمبر۳۱۔

۱۱۔ القرآن،سورۃ ق۔آیت نمبر۱۶-۱۷۔

۱۲۔ امام ابی حسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیر ی النیسابوری۔ (۱۹۹۸ء)۔صحیح مسلم۔ الریاض: دارالسلام۔

۱۳۔ شمس الحق،عظیم آبادی۔ (۱۴۱۴ھ)۔ غایۃ المقصود فی شرح سنن ابی داؤد۔ جلد اول۔ فیصل آباد: حدیث اکادمی۔

(ب)۔اردو

۱۴۔ احمد شلبی،ڈاکٹر۔ (۲۰۰۴ء)۔مسلمانوں کا نظام تعلیم،مترجم ادریس صدیقی۔لاہور۔ بک ہوم۔

۱۵۔ ریاست علی،ندوی سیّد۔ (۲۰۰۳ء)۔اسلامی نظام تعلیم۔لاہور:الفیصل،اردو بازار۔

۱۶۔ سعید احمد رفیق، پروفیسر۔ (۱۹۸۲ء)۔مسلمانوں کا نظام تعلیم (طبع ثالث)۔کراچی: آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس۔

۱۷۔ شاہد ایس، ایم۔ (۲۰۰۴ء)۔ اسلامک سسٹم آف ایجوکیشن۔ لاہور: مجید بک ڈپو۔

۱۸۔ عبدالرشید ارشد، ڈاکٹر۔ (۱۹۹۵ء)۔ پاکستان میں تعلیم کا ارتقاء۔ لاہور: ادارہ تعلیمی تحقیق۔

۱۹۔ غلام عابد، خان۔ (۱۹۷۸ء)۔ عہد نبوی کا نظام تعلیم۔ لاہور: عوامی کتب خانہ۔

۲۰۔ محمد اقبال، چودھری ڈاکٹر۔ (۱۹۹۷ء)۔ قومی تعلیمی مقاصد اور نظام امتحانات، تربیت اساتذہ، ترتیب وادارت ڈاکٹر محمد ابراہیم خالد۔ اسلام آباد: پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن۔

۲۱۔ مشتاق الرحمٰن، صدیقی ڈاکٹر۔ (۱۹۹۸ء)۔ تعلیم وتدریس، مباحث ومسائل۔ اسلام آباد: پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن۔

(ج)۔ انگریزی

۲۲. Abdul Ghafur, Chaudhri. (1992). *Some Aspects of Islamic Education.* Lahore: Universal Books, 40-A, Urdu Bazar.

۲۳. Robson's James. (1956). Use of Isnads, *Bulletin of the John Ryland Library,* Vol. 38, 2nd March. U.K: University of Manchester.